تم اتنا کرو کہ ایک تو میرا تمھارا دونوں کا کام ایک ساتھ شروع ہو۔ جب اندر باہر دونوں جگہ ایک ہی بات کا چرچا ہوگا تو کوئی یہ نہ کہہ سکے گا کہ دیکھو خاص کر ہمارے پیچھے پڑے ہیں اولاد اولاد سب برابر انسے کچھ تعرض[1] نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ تمھاری ادا سے یہ بات پیدا ہو کہ اس معاملے میں ہم دونوں کو ایک اہتمام خاص ہی کیونکہ ذرا سا ضعف[2] بھی ظاہر ہوگا تو تمام تر انتظام درہم[3] برہم ہو جانے گا فہید ان شاء اللہ اس کے خلاف نہ ہوگا۔[4]

فصل چہارم نصوح اور چھوٹے بیٹے سلیم کی گفتگو

آج تو میاں بی بی میں یہ قول و قرار ہوا اگلے دن چھوٹا بیٹا سلیم ابھی سو کر نہیں اٹھا تھا کہ بیدار نے آجگایا کہ صاحب زادے آپ کو میاں بالاخانے پر بلاتے ہیں۔ سلیم کی عمر اس وقت کچھ کم دس برس کی تھی۔ سلیم نے جو طلب کی خبر سنی گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور جلدی سے ہاتھ منہ دھو ماں سے آکر پوچھنے لگا اماں جان تم کو معلوم ہے ابا جان نے کیوں بلایا ہے۔ ماں۔ بھائی مجھ کو تو کچھ خبر نہیں۔ بیٹا۔ کچھ خفا تو نہیں ہیں۔ ماں۔ ابھی تو کوٹھے پر سے بھی نہیں اترے۔ سلیم۔ بیدارا تجھ کو کچھ معلوم ہے۔ بیدارا۔ میاں میں اوپر لوٹا لینے گئی تھی میاں اکیلے بیٹھے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے میں آنے لگی تو میاں نے آپ کا نام لیا اور کہا کہ اُن کو بھیج دیجیو۔ سلیم۔ صورت سے کچھ غصہ تو نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بیدارا۔ نہیں تو۔ سلیم۔ تو اماں جان ذرا تم بھی میرے ساتھ چلو۔ ماں۔ میری گود میں لڑکی سوتی ہے تم اتنا ڈرتے کیوں ہو جاتے کیوں نہیں۔ سلیم۔ کچھ پوچھیں گے۔ ماں۔ جو کچھ پوچھیں گے تم اس کا معقول طور پر جواب دینا۔ غرض سلیم ڈرتا ڈرتا اوپر گیا اور سلام کر کے الگ جا کھڑا ہوا۔ باپ نے پیار سے بلا کر پاس بٹھا لیا اور پوچھا کیوں صاحب ابھی مدرسے نہیں گئے۔ بیٹا۔ جی بس اب جاتا ہوں ابھی کوئی گھنٹے بھر کی دیر اور ہے۔ باپ۔ تم اپنے بھائی کے ساتھ مدرسے جاتے ہو یا الگ۔ بیٹا۔ کبھی کبھی بھائی جان کے ساتھ چلا جاتا ہوں ورنہ اکثر اکیلا جاتا ہوں۔ باپ۔ کیوں۔ بیٹا۔ اگلے

[1] روک ٹوک ۱۲ [2] کمزوری ۱۲ [3] الٹ پلٹ ۱۲ [4] مراد ہے منجھلا بھائی علیم ۱۲

مہینے میں امتحان ہونے والا ہی چھوٹے بھائی جان اُسی کے واسطے تیاری کر رہے ہیں صبح سویرے اُٹھ کر کسی ہم جماعت[1] کے یہاں چلے جاتے ہیں وہاں ان کو دیر ہو جاتی ہی تو پھر گھر بھی نہیں آتے میں جاتا ہوں تو اُن کو مدرسے میں پاتا ہوں۔ باپ۔ کیا اپنے گھر میں جگہ نہیں ہی کہ دوسروں کے یہاں جاتے ہیں۔ بیٹا۔ جگہ تو ہی مگر وہ کہتے تھے کہ یہاں بڑے بھائی جان کے پاس بروت[2] گنجفہ اور شطرنج ہوا کرتا ہی اطمینان کے ساتھ پڑھنا نہیں ہو سکتا۔ باپ۔ تم بھی شطرنج کھیلنی جانتے ہو۔ بیٹا۔ مہرے پہچانتا ہوں چالیں جانتا ہوں مگر کبھی خود کھیلنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ باپ مگر زیادہ دنوں تک دیکھتے دیکھتے یقین ہی کہ تم بھی کھیلنے لگو گے۔ بیٹا۔ شاید مجھ کو عمر بھر بھی شطرنج کھیلنی نہ آئے گی۔ باپ۔ کیوں کیا ایسی مشکل ہی۔ بیٹا۔ مشکل ہو یا نہ ہو میرا جی ہی نہیں لگتا۔ باپ۔ سبب بیٹا۔ میں پسند نہیں کرتا۔ باپ۔ چونکہ مشکل ہی اکثر مبتدی گھبرایا کرتے ہیں مجھ کو یقین ہی کہ گنجفے میں تمھاری طبیعت خوب لگتی ہوگی وہ بہ نسبت شطرنج کے بہت آسان ہی۔ بیٹا۔ میں شطرنج کی نسبت گنجفے کو زیادہ تر ناپسند کرتا ہوں۔ باپ۔ شطرنج میں طبیعت پر زور پڑتا ہے اور گنجفے میں حافظے پر۔ بیٹا۔ میری ناپسندیدگی کا کچھ خاص کر یہی سبب نہیں ہے بلکہ مجھ کو سارے کھیل بُرے معلوم ہوتے ہیں باپ۔ تمھاری اس بات سے مجھ کو تعجب ہوتا ہی۔ اور میں تم سے تمھاری ناپسندیدگی کا اصلی سبب سننا چاہتا ہوں کیونکہ شاید اب سے پانچ یا چھ مہینے پہلے جن دنوں میں باہر کے مکان میں بیٹھا کرتا تھا میں نے خود تم کو ہر طرح کے کھیلوں میں نہایت شوق کے ساتھ شریک ہوتے دیکھا تھا۔ بیٹا۔ آپ درست فرماتے ہیں میں ہمیشہ کھیل کے پیچھے دیوانہ بنا رہتا تھا مگر اب تو مجھ کو ایک دلی نفرت سی ہو گئی ہی۔ باپ۔ آخر اس کا کوئی سبب خاص ہوگا۔ بیٹا۔ آپ نے اکثر چار لڑکوں کو کتابیں بغل میں دابے اندر گلی میں آتے جاتے دیکھا ہوگا۔ باپ۔ وہی گورے گورے چار لڑکے جو ایک ساتھ رہتے ہیں پھٹری[4] جوتیاں پہنے منڈے ہوئے سر اونچے پائجامے۔ نیچی چولیاں[5]۔ بیٹا۔ ہاں

---

۱ جتنے لڑکے مدرسے کی ایک جماعت میں پڑھتے ہوں ایک دوسرے کے ہم جماعت کہلاتے ہیں ۱۲ ۲ کلیم ۱۲ ۳ یادداشت ۱۲ ۴ جوتی کی ایڑی کو اندر کی طرف بٹھا دینے سے جوتی پھٹری ہو جاتی ہی ۱۲ ۵ انگرکھے کا اوپر کا حصہ گریبان سے بند بند سینے کی جگہ تک چولی ہی ۱۲

جناب وہی چار لڑکے۔ باپ۔ پھر۔ بیٹا آپنے ان کو کسی قسم کی شرارت[1] کرتے بھی دیکھا ہے۔ باپ کبھی نہیں۔ بیٹا۔ جناب کچھ عجب عادت اُن لڑکوں کی ہے راہ میں چلتے ہیں تو گردن نیچی کیے ہوے۔ اپنے سے بڑا مل جائے جان پہچان ہو یا نہ ہو اُن کو سلام کر لیتا ضرور کئی برس سے اِس محلے میں رہتے ہیں مگر کانوں کان خبر نہیں۔ محلے میں کوڑیوں[2] لڑکے بھرے پڑے ہیں لیکن ان کو کسی سے کچھ واسطہ نہیں آپس میں اوپر تلے کے چاروں بھائی ہیں نہ کبھی لڑتے نہ کبھی جھگڑتے نہ گالی بکتے نہ قسم کھاتے نہ جھوٹ بولتے نہ کسی کو چھیڑتے نہ کسی پر آوازہ کستے۔ ہمارے ہی مدرسے میں پڑھتے ہیں وہاں بھی اُن کا یہی حال ہے کبھی کسی نے اُن کی جھوٹی شکایت بھی تو نہیں کی۔ ڈیڑھ بجے ایک گھنٹے کی چھٹی ہوا کرتی ہے اور لڑکے تو کھیل کود میں لگ جاتے ہیں یہ چاروں بھائی ایک پاس کی مسجد میں نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں۔ باپ۔ بھلا۔ پھر۔ بیٹا سنجھلا لڑکا میرا ہم جماعت ہے۔ ایک دن میرا آموختہ[3] یاد نہ تھا مولوی صاحب نہایت ناخوش ہوے اور اُس کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے فرمایا کہ کمبخت گھر سے گھر ملا ہوا ہے اسی کے پاس جا کر یاد کر لیا کر۔ میں نے جو پوچھا کیوں صاحب یاد کرا دیا کرو گے تو کہا بسر و چشم[4]۔ غرض میں اگلے دن ان کے گھر گیا۔ آواز دی۔ اُنھوں نے مجھ کو اندر بلا لیا۔ دیکھا کہ ایک بہت بوڑھی سی عورت تخت پر جا نماز بچھائے قبلہ رو[5] بیٹھی ہوئی کچھ پڑھ رہی ہیں۔ وہ ان لڑکوں کی نانی ہیں۔ لوگ ان کو حضرت بی کہتے ہیں۔ میں سیدھا سامنے دالان میں اپنے ہم جماعت کے پاس جا بیٹھا جب حضرت بی اپنے پڑھنے سے فارغ ہوئیں تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹا گو تم نے مجھ کو سلام نہیں کیا لیکن ضرور ہے کہ میں تم کو دعا دوں جیتے رہو عمر دراز خدا نیک ہدایت دے۔ اُن کا یہ کہنا تھا کہ میں غیرت کے مارے زمین میں گڑ گیا اور فوراً میں نے اُٹھ کر نہایت ادب کے ساتھ سلام کیا۔ تب حضرت بی نے فرمایا کہ بیٹا ندامت ماننا یہ بھلے مانسوں کا دستور ہے کہ اپنے سے جو بڑا ہوتا ہے اُس کو سلام کر لیا کرتے ہیں۔ اور میں تم کو نہ ٹوکتی لیکن چونکہ تم میرے بچوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہو اِس سبب سے مجھ کو جتا دینا ضرور تھا۔ اِس کے بعد حضرت بی نے مجھ کو مٹھائی دی اصرار[6] کر کے کھلائی۔ مدتوں میں

[1] دنگا ۱۲ [2] ۲۰ کی ایک کوڑی جیسے ۱۲ کا ایک درجن ۱۲ [3] پچھلا پڑھا ہوا ۱۲ [4] یعنی سر سے اور آنکھوں سے ۱۲ [5] قبلے کیطرف منہ کیے ہوئے ۱۲ [6] ضد ۱۲

اُن کے گھر جاتا رہا۔ حضرت بی مجھ کو بھی اپنے نواسوں کی طرح چاہنے اور پیار کرنے لگیں اور ہمیشہ مجھ کو نصیحت کیا کرتی تھیں۔ تبھی سے میرا دل تمام کھیل کی باتوں سے کھٹّا[۱] ہو گیا۔ باپ۔ یہ تو تم نے اچھا اختصار کیا۔ اجی اچھی طرح جی کھول کر بے تکلف سب باتیں مجھ کو سناؤ کیا کیا تم سے حضرت بی نے کہا۔ رُک رُک کر اور چبا چبا کر باتیں کرنے سے میری طبیعت الجھتی ہے۔ ہاں تو پھر کیا ہوا۔ بیٹا ہر روز آنے جانے سے میں ان لوگوں کے ساتھ خوب بے تکلف ہو گیا مگر حضرت بی نے بس پہلے دن سلام نہ کرنے پر ٹوکا تھا پھر کوئی گرفت[۲] نہیں کی۔ باوجودے کہ میں شوخی بھی کرتا تھا وہ خبر نہ ہوتی تھیں۔ ایک دن مجھ سے اور ایک ہمسائے کے لڑکے سے باہر گلی میں کھیلتے کھیلتے عین ان ہی کے دروازے پر لڑائی ہو پڑی۔ سخت کلامی کے بعد گالی گلوچ کی نوبت پہنچی پھر مار کٹائی ہونے لگی۔ لڑکا مجھ سے تھا کمزور اڑنگے[۳] پر چڑھا جوں ایک ٹنگی دیتا ہوں چاروں[۴] شانے چت۔ پھر تو میں اُس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور بچارے کو ایسے گھسے دیے کہ یاد ہی کئے ہوں گے اور لوگ چھڑا نہ دیتے تو میں اُس کو ادھ موا[۵] کر ہی چکا تھا۔ بارے دو چار آدمیوں نے مجھ کو اُس پر سے اُتارا اور دو ایک نے میری پیٹھ بھی ٹھوکی کہ شاباش پٹھے[۶]۔ شاباش۔ لیکن وہ لڑکا ایسا چینڈ باز[۷] تھا کہ پھر خم ٹھوک[۸] کر سامنے آ کھڑا ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ پھر گتھ[۹] جاؤں اتنے میں اندر سے اُسی میرے ہم جماعت نے آواز دی۔ اِدھر لوگوں نے کہا کہ میاں جانے بھی دو یہ تمھارے جوڑ[۱۰] کا نہیں ہے۔ غرض میں اندر چلا گیا۔ میرے ہم جماعت نے پوچھا کیوں جی کس سے لڑ رہے تھے میں نے کہا میاں یہی کنجڑے والا رمضانی کم زور مار کھانے کی نشانی۔ لیکن خدا کی قسم میں نے بھی آج اُس ......[۱۱] کو ایسا رگڑا ہے کہ یاد ہی تو کرے گا۔ اُس وقت تک غصہ اور طیش تو فرو ہوا ہی نہ تھا۔ نہیں معلوم کیا کیا میں نے بکا کہ سب گھر والوں نے

---

۱ کسی چیز کا کھٹّا ناگوار ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ جی بھر گیا ۱۲ ۲ پکڑ۔ یعنی میری کوئی خطا نہیں پکڑی ۱۲ ۳ پہلو پر اٹھا لینے کو اڑنگا کہتے ہیں ۱۲ ۴ دونوں مونڈھے دونوں کولھے ملا کر چاروں شانے کہاتے ہیں ۱۲ ۵ نیم مردہ ۱۲ ۶ جوان نو کو پٹھا کہتے ہیں ۱۲ ۷ بے جا تکرار کرنے والا ۱۲ ۸ ایک بازو کو دوسرے ہاتھ سے ٹھوکنا ۱۲ ۹ لپٹ جاؤں ۱۲ ۱۰ برابر کا ۱۲ ۱۱ ان نقطوں سے مراد ہے کہ سلیم نے اِس لڑکے کی شان میں اور بے جا الفاظ کہے جو لکھے نہیں گئے ۱۲

سن کر آنکھیں نیچی کرلیں اور بڑی دیر تک سرنگوں[1] بیٹھے رہے۔ آخر حضرت بی بولیں کہ سلیم بڑی افسوس کی بات ہی کہ تو ایسا پیارا لڑکا۔ اور گن[2] تیرے ایسے خراب۔ اس منہ سے ایسی باتیں۔ آج کئی کئی دن سے میں تجھ کو سمجھانے والی تھی مگر اس وقت جو میں نے تیری گفتگو سنی مجکو یقین ہوگیا کہ تجھ کو سمجھانا بے سود[3] ہی۔ بڑا رنج تو مجھ کو اسی بات کا ہی کہ تو ہاتھ سے گیا گزرا ہوا۔ دوسرا کھٹکا یہ ہی کہ تو میرے لڑکوں کے پاس آتا جاتا ہی اگر خدانخواستہ تیری خو بو کا ایک شمہ انھوں نے اختیار کیا تو میری طرف سے یہ جیتے جی مر گئے۔ ملنا جلنا تو بڑی بات ہی اب یہ محلہ مجھ کو چھوڑنا پڑا۔ اتنی بیحیائی۔ ایسی بدزبانی۔ اول تو لڑنا اور پھر گلی کوچے میں اور اُس پر ایسی موٹی موٹی گالیاں۔ میں۔ جناب خدا کی قسم ہرگز میں نے پہل[4] نہیں کی۔ وہ سر چڑھ کر مجھ سے لڑا۔ حضرت بی۔ بس اپنی قسموں کو بند کرو۔ میں قسم اور گالی دونوں کو برابر سمجھتی ہوں جس کو بے موقع بے محل خدا کا نام لینے میں باک نہیں اُس کو کسی بات کے بک دینے میں تامل نہیں۔ میں۔ گالی بھی پہلے اُس نے مجھ کو دی۔ حضرت بی۔ تم نے کیوں گالی کھانے کی بات کی۔ میں۔ یہی تو عرض کرتا ہوں کہ میرا مطلق قصور نہ تھا۔ حضرت بی۔ کیا ایسے بیہودہ لڑکوں سے ملاقات رکھنا تمھارا قصور نہیں ہی۔ میں۔ جناب آپ کو معلوم نہیں وہ لڑکا راہ چلتوں کے سر ہوتا ہی۔ حضرت بی۔ یک نہ شد دو شد[5]۔ دروغ[6] گویم بر روئے تو۔ میرے لڑکوں کے کوئی بھی سر نہیں ہوتا۔ میں۔ ان سے تو سرے سے جان پہچان ہی نہیں۔ حضرت بی۔ اور تم سے ہی۔ میں۔ یہ کیوں کر کہوں کہ نہیں ہی۔ حضرت بی۔ یہی تو وہی تمھارا قصور ہی اور اُس کی یہ سزا ہی کہ تم نے بازار میں گالیاں کھائیں۔ میں۔ لیکن میں نے بھی خوب ہی بدلا لیا۔ حضرت بی۔ بس یہی تو تمھاری خرابی کے لچھن ہیں اور تم اس کو بدلا سمجھتے ہو۔ اگر ایک شخص تمھارے ساتھ کچھ برائی کرے تو اُس کو لوگ بُرا کہیں گے یا نہیں کہیں گے۔ میں۔ ضرور کہیں گے۔ حضرت بی۔ اور جب تم اُس کے ساتھ زیادہ برائی کرو تو کیا تم زیادہ بُرے نہ کہلاؤ گے۔ گالیاں بکنا ایک زبون[7] بات ہی۔ اُس نے بکیں تو جھک مارا اور تم نے زیادہ بکیں تو زیادہ جھک مارا۔ سلیم تم اپنے میں

---

۱ اوندھا سر کئے ۱۲ ۲ عادتیں ۱۲ ۳ بے فائدہ ۱۲ ۴ ابتدا ۱۲ ۵ ایک جھوٹ تو تھا ہی دوسرا اور ہوا ۱۲ ۶ جھوٹ بھی بولوں تو تمھارے روبرو ۱۲ ۷ بُری ۱۲

اور اُس کنجڑے کے چھوکرے میں کچھ فرق سمجھتے ہو۔ یہ سن کر مجھ کو ندامت شروع ہوئی اور میں نے کہا کہ واقع میں اس وقت تو مجھ میں اور اُس میں کچھ فرق نہ تھا۔ حضرت بی۔ لیکن وہ ایک بازاری آدمی کا بیٹا ہے اور تم ایک بڑے عزت دار کے لڑکے ہو۔ تمھارے دادا کا شہر میں وہ شہرہ ہے کہ اُنکے نام کی لوگ تعظیم کرتے ہیں۔ اُن ہی کے پوتے تم ہو جھوٹ بولنے پر دلیر قسم کھانے میں بے باک۔ فحش بکنے میں بے دھڑک۔ سلیم! کوئی شخص دین ہو یا دنیا کسی جگہ اس وجہ سے عزت نہیں پا سکتا کہ اس کے باپ دادا عزت دار تھے۔ اصل میں عزت آدمی کے کردار[1] کی ہے کیا تم کہہ سکتے ہو کہ یہ عادتیں جو تم نے سیکھی ہیں عزت حاصل کرنے کی ہیں۔ ہرگز نہیں یہ سن کر مجھ کو اس قدر شرمندگی ہوئی کہ میں رونے لگا اور حضرت بی بھی آبدیدہ[2] ہوئیں اور مجھ کو پاس بٹھا کر پیار کیا اور کہا کہ بیٹا میں تمھارے ہی فائدے کے لیے کہتی ہوں اب بھی کچھ نہیں گیا۔ لیکن چند روز بعد تم کو ان عادتوں کا چھوڑنا بہت مشکل ہو جائے گا میں نے اُسی وقت توبہ کی اور کہا کہ اگر اب سے آپ مجھ کو قسم کھاتے یا فحش بکتے یا جھوٹ بولتے یا بازاری لڑکوں میں کھیلتے سنیں تو مجھ کو اپنے گھر میں نہ آنے دیجیے گا۔

باپ۔ کیا بس اُسی دن سے تم کو کھیلنے سے نفرت ہو گئی۔ بیٹا۔ جناب کئی مہینوں میں حضرت بی کے یہاں جاتا رہا اور ہر روز نصیحت کی دو چار باتیں وہ مجھ سے کہا کرتی تھیں ایک روز اُنھوں نے مجھ سے میرے وقت کا حساب پوچھا۔ میں نے سونا اور کھانا اور کھیلنا اور تھوڑی دیر لکھنا پڑھنا بہتیرے کام گنوائے مگر اُنھوں نے سن کر ایک ایسی آہ کھینچی کہ آج تک اُس کی چوٹ میں اپنے دل میں پاتا ہوں اور کہا کہ سلیم آٹھ پہر میں خدا کا ایک کام بھی نہیں۔ خدا نے تم کو آدمی بنایا کیا ممکن نہ تھا کہ وہ تم کو بلی یا کتا بنا دیتا۔ پھر آدمی بھی بنایا تو ایسے خاندان کا جو عزت دار اور خوش حال ہے۔ ہو سکتا تھا کہ تم مزدور یا لکڑہارے کے گھر میں ہوتے اور ایسی ہی چھوٹی سی عمر میں تم کو پیٹ پورا کرنے کے واسطے محنت کرنی پڑتی اور پھر بھی سوائے چبینے[3] کے اور کچھ نہ پاتے اور وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں ایک لنگوٹی تم باندھے پھرتے۔ نہ پاؤں میں جوتی۔ نہ سر پر ٹوپی۔ نہ گلے میں انگرکھا۔ جہاں جاتے دُر دُر[4]

۱؎ کرتوت۔ چال چلن ۱۲ ۲؎ آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۱۲ ۳؎ چنے وغیرہ جو چبائے جاتے ہیں ۱۲ ۴؎ دُور دُور کا مخفف ہے ۱۲

جس کے پاس کھڑے ہوتے پھٹ پھٹا۔ بہ صورت تم کو ایسی پاکیزہ دی کہ جو دیکھے پیار کرے۔ کیا تم کو کالا بھٹ۔ کانڑا۔ لنگڑا۔ کوڑھی بنا دیا اُس کو تمسک تھا۔ جس خدا کے تم پر اتنے سلوک اور اتنے احسان ہیں ستم ہے کہ دن رات میں ایک دفعہ بھی اُسکے آگے سر نہ جھکاؤ غضب ہے کہ ایک لمحہ بھی اُسکو یاد نہ کرو۔ تب حضرت بی نے مجھ کو نماز سکھائی اور اس کے معنے سمجھائے اور اسی طرح انھوں نے مجھ کو ہزار ہا نصیحتیں کیں کہ بر زبان یاد نہیں رہیں مگر افسوس ہو کہ کئی مہینے سے اُنکے گھر میرا جانا چھوٹ گیا۔ یہ کہہ کر سلیم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ باپ۔ کیوں تم نے کس سلئے اُن کے یہاں کا جانا ترک کیا۔ کیا اُن کے نواسوں سے لڑائی ہو گئی۔ بیٹا۔ جناب اُن کے نواسے مجھ کو بھائیوں سے کہیں زیادہ عزیز ہیں اگر میں اُن سے لڑتا تو دنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی نالائق نہ تھا۔ باپ۔ پھر کیا خود حضرت بی تم سے ناخوش ہو گئیں۔ بیٹا۔ استغفر اللہ وہ تو اس درجے کی نیک ہیں کہ غصہ ان کو چھو ہی نہیں گیا۔ باپ۔ تو کیا تم آپ سے آپ بیٹھ رہے۔ بیٹا۔ میں تو ہر روز وہاں جانے کیواسطے ترپتا ہوں۔ باپ۔ تو کیا یہاں تم کو کسی نے منع کیا۔ بیٹا۔ نہیں کسی نے منع بھی نہیں کیا۔ باپ۔ پھر کیا سبب ہوا۔ بیٹا۔ اگر آپ مجھ کو اس کا سبب بیان کرنے سے معاف رکھتے تو بہتر تھا۔ باپ۔ نہیں ضرور ہی کہ میں تمہارے نہ جانے کا سبب معلوم کروں۔ بیٹا۔ اس میں ایک شخص کی شکایت ہوگی اور حضرت بی نے مجھ کو غیبت اور چغلی سے ممانعت کی ہے۔ باپ۔ لیکن کیا وہاں کے نہ جانے سے تمہارا نقصان نہیں ہو۔ بیٹا۔ اے جناب نقصان سا نقصان ہو مگر میرے اختیار کی بات نہیں۔ باپ۔ تو میں تم کو اپنے منصب پدری کی رو سے حکم دیتا ہوں کہ تم سارا حال پوست کندہ بیان کرو۔ بیٹا۔ جناب آپ پوچھتے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت بی نے ایک مرتبہ مجھ کو بتاکید کہا تھا کہ تم اپنے سر کے بال منڈوا ڈالو اگرچہ مجھ کو بال بہت عزیز تھے اور میں اُن کی خدمت بھی

۱؎ پھٹکار برسنے کا ہو ۱۲ ۲؎ بھٹی کی طرح کا سیاہ ۱۲ ۳؎ ظلم ۱۲ ۴؎ چھوڑ دیا ۱۲ ۵؎ اس کے لفظی معنی تو یہ ہیں کہ میں خدا سے معافی مانگتا ہوں مگر مراد یہ ہو کہ اگر میری کسی بات سے آپ نے حضرت بی کا قصور سمجھا تو وہ میری غلطی ہو خدا معاف کرے ۱۲ ۶؎ کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہنا ۱۲ ۷؎ یعنے باپ ہونے کے حق سے ۱۲ ۸؎ صاف صاف لفظی معنی اوپر کی چھال یا کھال نکلی ہوئی ۱۲

بہت کچھ کرتا تھا لیکن چونکہ مجھ کو یقین تھا کہ حضرت بی جو بات کہتی ہیں ضرور میری منفعت کے واسطے
کہتی ہیں میں نے کہا بہت خوب حضرت بی نے اور تو کچھ سبب بیان نہیں کیا مگر اتنا کہا کہ بالوں کی
بزرگ داشت[1] میں تمہارا بہت سا وقت صرف ہوتا ہے اور وقت ایسی چیز نہیں ہے کہ اُس کو ایسی
فضول باتوں میں صرف کیا جائے اور تم کو بڑے بال رکھنے کی کچھ ضرورت بھی نہیں ہے۔ اگلے دن
جو حجام بڑے بھائی جان کا خط بنانے[2] آیا میں نے اُس سے کہا کہ خلیفہ[3] میرے بال بھی مونڈ دینا۔
بالوں کا مونڈنا سن کر بڑے بھائی جان اس قدر خفا ہوئے کہ میں عرض نہیں کر سکتا۔ مجھ کو جو جاتے
کہہ لیتے حضرت بی اور اُن کے نواسوں کو بہت ہی بُرا بھلا کہا۔ یہ کہہ کر سلیم کی آنکھوں میں پھر آنسو بھر آئے
باپ۔ تمہارے بڑے بھائی سے اور حضرت بی سے کیا واسطہ اور اُن کو تمہارے افعال میں اعتراض کرتے
ہوتے کیا دخل۔ بیٹا۔ جناب نہیں معلوم اُن کو کس طرح معلوم ہو گیا تھا کہ میں اُنکے گھر آتا جاتا ہوں
دو ایک مرتبہ مجھ سے پہلے بھی کہا تھا کہ تو ان مُردہ شو[4] قل[5] اعوذیوں کے ساتھ اکثر رہتا ہے کیا تو بھی
ملانا اور مسجد کا ٹکڑ گدا[6] بنے گا۔ اُس دن بالوں پر کہنے لگے کہ دیکھا آخر ان نابکاروں کی صحبت کا یہ اثر ہوا
کہ آپ اچھے خاصے سر کو چھلا ہوا کیرو بنانے چلے ہیں کہ دیکھتے ہی ہتھیلی کھجلائے۔ چانٹا مارنے کو جی چاہے۔ ابے
اکیلے سر منڈانے سے کیا ہوتا ہے ڈھیلا ڈھلا کُرتہ پہن گھٹنوں تک کا پائے جامہ۔ بنا پنج آیت[7] کے
واسطے دو چار سورتیں یاد کر اور جو چاہے کہ فقط انگلی کو خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہو زرا سر منڈا کر
بریانی کی دعوتوں میں شامل ہو جاؤں تو بچا ہاتھ دھو رکھو گُھسنا تو ملنے ہی کا نہیں۔ باپ۔ تم نے
کچھ جواب نہیں دیا۔ بیٹا۔ جناب دل تو بڑے بھائی کو جواب دینا خلافِ شیوۂ ادب تھا اور اگر دیتا تو مجھ کو
جیتا بھی نہ چھوڑتے۔ جب تک میں سامنے سے ٹل نہیں گیا اُنھوں نے زبان بند نہیں کی اور ناحق

---

[1] خدمت۔ حفاظت ۱۲ [2] ڈاڑھی مونچھ کی اصلاح کو خط بنوانا بولتے ہیں ۱۲ [3] حجاموں کو عموماً عزت کی راہ سے خلیفہ کہنے لگے ہیں ورنہ حقیقت میں خلیفہ اُستاد کا جانشیں ۱۲ [4] مُردوں کے نہلانیوالے ۱۲ [5] قل اعوذ سے قرآن کی دو سورتیں شروع ہوتی ہیں نمازی لوگ ان سورتوں کو اکثر پڑھتے رہتے ہیں آفتوں سے بچنے کیلیے بڑی مفید ہیں۔ کلیم نے حقارت کی راہ سے قل اعوذیے کہا ۱۲ [6] روٹی کے ٹکڑوں کے لیے بھیک مانگنا۔ مولوی لوگ اکثر دعوتیں کھاتے رہتے ہیں۔ کلیم نے ان کو ٹکڑ گدا بنا دیا ۱۲ [7] مُردے کا تیجا ہوتا ہے تو کم سے کم پانچ آیتیں پڑھکر ثواب پہنچاتے ہیں ۱۲

حضرت بی اور اُن کے نواسوں کی شان میں بُری بُری باتیں کہیں۔ غرض ڈر کے مارے پھر میں نے بال منڈوانے کا نام نہیں لیا اور تبھی سے مجھ کو ایک حجاب[1] سا پیدا ہوا کہ کئی بار مجھ سے کہہ چکی ہیں اپنے دل میں کیا کہتی ہوں گی کہ کیسا خودسر[2] لڑکا ہے۔ لیکن پھر اُنھوں نے کچھ تذکرہ نہیں کیا معلوم نہیں بھول گئیں یا کہنے سے کچھ فائدہ نہ دیکھ کر چُپ ہو رہیں لیکن ابھی تک بھی میں نے جانا نہیں چھوڑا اگرچہ میرا جانا داخلِ بے غیرتی تھا۔ جب اُنھوں نے مجھکو نماز سکھائی اور نماز کی تاکید کی تو میں ایک دن گھر میں نماز پڑھنی چاہی بڑے بھائی جان اور اُنکے یار دوست برابر ہنسائے جاتے تھے اور نہیں ہنستا تھا۔ تو جانماز اُلٹ اُلٹ دیتے۔ سجدے میں جاتا تو اوپر بیٹھ بیٹھ جاتے۔ ایسی حالت میں ممکن نہ تھا کہ میں نماز پڑھ سکوں اور حضرت بی سچ بولنے کا مجھ سے عہد لے ہی چکی تھیں۔ میں نے سوچا کہ جاؤں گا تو نماز کو پوچھیں گی کیا کہوں گا بالوں کی شرمندگی اور نماز کی ندامت غرض اعمال کی شامت کہ میں نے جانا چھوڑ دیا۔ اب وہاں گئے مجھ کو تین ساڑھے تین مہینے ہو گئے۔ میری اس نااہلی[3] کو دیکھئے کہ تبھی سے وہ میرے ہم جماعت بیمار پڑے ہیں میں اُن کی عیادت[4] کو بھی نہیں جا سکا۔ باپ۔ لیکن تم نے اپنی مجبوری کا حال مجھ پر کیوں نہیں ظاہر کیا۔ بیٹا۔ اس خوف سے کہ غیبت ہوگی۔ باپ۔ تم نے اپنے بڑے بھائی کے رُودررُو[5] کہا ہوتا۔ بیٹا۔ اتنی مجال نہ مجھ میں کبھی تھی نہ اب ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں ہر وقت آپ کے پاس رہنے سے رہا جب اکیلا پائیں گے مجھ کو ٹھیک[6] بنائیں گے۔ باپ۔ تم کو خوف ہی خوف تھا یا تم کو بڑے بھائی نے کبھی مارا بھی تھا۔ بیٹا۔ اس کی گنتی نہ میں بتا سکتا ہوں اور نہ بڑے بھائی جان بتا سکتے ہیں۔ باپ۔ کس بات پر۔ بیٹا۔ میں تو ہمیشہ اُن کے مارنے کو ناحق بے سبب بے قصور بے خطا ہی سمجھا۔ باپ۔ تم نے اپنی ماں سے بھی کبھی تذکرہ نہ کیا۔ بیٹا۔ جو وجہ آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی مانع تھی وہی والدہ سے کہنے کو بھی روکتی تھی۔ دوسرے میں دیکھتا تھا کہ گھر میں نماز روزے کا مطلق چرچا نہیں یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہوں اور جس طرح بڑے بھائی جان ناخوش ہوتے ہیں اور لوگ بھی نارضامند ہوں۔ باپ۔ تو یہ چند مہینے تمھارے نہایت ہی بُری طرح گزرے۔ بیٹا۔

---

[1] پردہ مراد ہے شرم ۱۲ [2] جو کسی کا کہنا نہ مانے اپنے ہی جی میں آئے سو کرے ۱۲ [3] نالائقی ۱۲ [4] بیمار پُرسی ۱۲
[5] منھ در منھ ۱۲ [6] مراد ہے کہ ماریں گے ستائیں گے ۱۲

کچھ عرض نہیں کرسکتا ایک حضرت بی کی خدمت سے محروم رہنے کا صدمہ۔ دوسرے اپنی مجبوری کا رنج۔ میں نے لوگوں سے سُنا تھا کہ سگ[1] باش برادرِ خورد مباش سو مجھ کو ہر روز اس کی تصدیق ہوتی ہی اور سب سے بڑھکر تو اس بات کا قلق[2] تھا کہ میں اپنے گھر میں سب چھوٹے بڑوں کی عادتوں کو ناپسند کرتا ہوں۔ اور اپنے جی میں سوچا کرتا ہوں کہ جس گھر میں مجھ کو رہنا ہو اُس سے مجھ کو وحشت ہوتی ہو تو میں کہاں جاؤں گا اور کیا کروں گا۔ باپ۔ لیکن اگر اب تم کو حضرت بی کے گھر جا ملے بیٹا۔ سبحان اللہ اس سے بڑھکر کوئی خوشی کی بات نہیں لیکن جب تک کہ میں سر کے بال نہ منڈ والوں اور نماز نہ پڑھوں میں اُن کو مُنھ نہیں دکھا سکتا۔ باپ۔ اور اگر یہ بھی ہو۔ بیٹا۔ تو پھر یہ بھی ہو کہ ہمارے گھر بھر کی عادتیں بھی ویسی کی ہی ہو جائیں۔ باپ۔ بھلا اگر دونوں ہوں۔ بیٹا تو پھر مجھکو اور کچھ درکار نہیں۔ باپ۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے اس تمام گھر پر ایک بربادی اور تباہی چھا رہی ہی اور سارا خاندان گناہ اور بے دینی کی آفت میں مبتلا ہی آوے[3] کا آوا خراب۔ کنبے کا کنبہ گم راہ۔ تعجب ہی کہ اب تک کوئی عذابِ الٰہی ہم پر نازل نہیں ہوا۔ حیرت ہی کہ قہرِ خدا[4] ہم پر کیوں نہیں ٹوٹ پڑا اور خدا کا الزام اور تم سب کا اُلاہنا تمام تر مجھ پر ہی۔ میں تم لوگوں کے جسموں کی تو پرداخت و پرورش کرتا رہا لیکن تمہاری روحوں کو میں نے ہلاک اور تمہاری جانوں کو میں نے تلف کیا۔ کتنے خون میری گردن پر ہیں اور کتنے وبال میرے سر پر۔ مصرع

تحیرم[5] کہ سر انجام من چہ خواہد بود

سلیم! تم خوش ہو کہ تمہاری آرزو بر آئی اور تمہارا مطلب خدا نے پورا کیا۔ شوق سے اپنا سر منڈوا او نماز پڑھو۔ اور حضرت بی کی خدمت میں جاؤ۔ آج سے حضرت بی میری دینی ماں اور اُن کے نواسے میرے دینی فرزند ہیں اور میں خود تمہارے ساتھ چلوں گا اور حضرت بی کا شکریہ ادا کروں گا کہ انھوں نے لِلّٰہ[6] تمہارے اور میرے دونوں کے ساتھ سلوک کیا۔ تمہارے ساتھ یہ کہ تم کو نیک صلاح دی اور میرے ساتھ یہ کہ جو کام میرے کرنے کا تھا وہ انھوں نے کیا۔ آج کے بعد سے ان شاء اللہ

---

[1] کُتا بن مگر چھوٹا بھائی مت بنا ۱۲ [2] رنج ۱۲ [3] جس گڑھے میں اینٹیں پکائی جائیں ۱۲ [4] خدا کا غضب ۱۲ [5] میں حیران ہوں کہ میرا انجام کیسا ہوگا ۱۲ [6] خدا کے واسطے ۱۲

تم اس گھر کو حضرت بی کے گھر کی طرح دیکھو گے کوئی تفرقہ[1] تم میں اور لڑکوں کے لواحقوں میں بالکل نہ رہنے گا سلیم تمھاری آج کی گفتگو سُن کر میرا جی بہت ہی خوش ہوا اور تم مجھ کو ساری اولاد میں سب سے زیادہ عزیز ہو گئے۔ تم کو میں دوسروں کے لیے نمونہ اور مثال بناؤں گا اور اُن کو جو تم سے بڑے ہیں تمھاری تقلید[2] پہ مجبور کروں گا۔

فہمیدہ اور بڑی بیٹی نعیمہ کی لڑائی

ادھر تو نصوح اور سلیم دونوں باپ بیٹوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی اُدھر اتنی ہی دیر میں فہمیدہ اور بڑی بیٹی نعیمہ میں خاصی ایک جھوٹ ہو گئی۔ نعیمہ اس وقت دو برس کی بیاہی ہوئی تھی پانچ مہینے کا پہلوٹی[3] کا لڑکا گود میں تھا۔ ناز و نعمت میں پلی نانی کی چہیتی ماں کی لاڈو، مزاج کچھ قدرتی تیز۔ باپ کے لاڈ اور پیار سے وہی کہاوت ہوئی کریلا اور نیم چڑھا اور بھی چڑچڑا ہو گیا تھا۔ اس تند خوئی میں بھلا اس مزاج کی عورت کا کیوں گزر ہونے لگا تھا۔ گھونگھٹ کے ساتھ منہ کھلا اور منہ کا کھلنا تھا کہ سسرال کا آنا جانا بند ہو گیا۔ اب چھ چھ مہینے سے ماں کے گھر بیٹھی ہوئی تھی مگر رسّی جل پر بل نہ گیا باوجودیکہ اجڑی ہوئی میکے میں پڑی تھی مزاج میں وہی طنطنہ تھا گو اپنے ہی میں سو آگ کی زبان تھی کچھ یوں ہی سا لحاظ بڑی بوڑھیوں کا تھا سو بیاہے سے اُن کو بھی دھتا بتائی۔ بیٹا جنے پیچھے تو اور بھی کھل کھیلی مردوں تک کا لحاظ اٹھا دیا۔ فہمیدہ نے میاں کے روبرو بیٹیوں کا بیڑا اٹھاتے تو اٹھا لیا تھا لیکن نعیمہ کے تصور سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور جی ہی جی میں کہتی تھی کہ ذرا بھی میں اس بھڑوں کے چھتے کو چھیڑوں گی تو میرا سر مونڈ کر بھی بس نہیں کرے گی۔ سو سو منصوبے ذہن میں باندھتی تھی مگر نعیمہ کی شکل نظر پڑی اور سب غلط ہو گئے ماں تو موقع اور محل ہی سوچتی رہی نعیمہ نے خود ہی ابتدا کی۔ بڑے سویرے بچہ حمیدہ کو دے کر خود ہاتھ منہ دھونے میں مصروف تھی۔ جب حمیدہ نے دیکھا کہ نماز کا وقت نکلا جاتا ہے بچے کو بٹھا نماز

---

۱ فرق ۱۲ ۲ پیروی ۱۲ ۳ جو بچہ سب سے پہلے پیدا ہو ۱۲ ۴ کہاوت ہو ۱۲ ۵ شیخی نازک مزاجی۔ بدمزاجی

۶ محاورہ ہے ۱۲